



# وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ

ڈاکٹر سمیچہ راحیل قاضی



قرآنی وحی اور صفات الہی کا  
تعارف اور شرک کا ابطال

پہلا پیرا گراف:  
آیت: 1 تا 12

وحی کے مبین  
طریقے اور رسالت

ساتواں پیرا گراف:  
آیت: 51 تا 53

اقامت دین  
کی  
مشروعیت

دوسرا پیرا گراف:  
آیت: 13 تا 20

## مرکزی مضمون:

وحی کی روشنی میں

اقامت دین کی مشروعیت کو سمجھ کر!  
اجتماعی نظم قائم کرو!

دعوت  
استجابہ  
اور دلائل  
انفس

چھٹا پیرا گراف:  
آیت: 47 تا 50

تیسرا پیرا گراف:  
آیت: 21 تا 22

شرکین مکہ کی خود ساختہ  
شریعت کا ابطال

چوتھا پیرا گراف:  
آیت: 44 تا 46

شرکین و کافرین کا انجام

چوتھا پیرا گراف:  
آیت: 23 تا 43

اہل ایمان کا اجر و صفات و  
دلائل توحید و آخرت

## ❖ زمانہ نزول اور پس منظر

□ سورہ (الشوریٰ) یہ (حوا میم) کے سلسلے کی تیسری سورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے قیام مکہ کے آخری دور میں، یعنی غالباً 13 نبوی میں نازل ہوئی، یہ وہی زمانہ ہے، جب سورہ (الر خرف)، سورہ الانعام اور سورہ الاعراف بھی نازل ہوئیں، جس میں رسول اللہ ﷺ کے قتل کے اجتماعی فیصلے اور سازش کا ذکر ہے، جب قریش مکہ رسول اللہ ﷺ کے دعوت کے بارے میں بدستور شک میں مبتلا تھے۔ مولانا اصلاحی نے لکھا ہے کہ یہ (وداعی خطاب) کی سی حیثیت رکھتی ہے۔

در اصل یہ سورت مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت کے قیام کی تمہید ہے، جس میں اللہ کے قانون یعنی اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے کے لئے اور اقامتِ دین کے لئے شوارِ بیت پر مشتمل عادلانہ اجتماعی نظم (اسلامی ریاست) قائم کرنے کی ہدایت دی گئی۔ اس سورت میں شریعتِ خداوندی اور خود ساختہ شریعتِ انسانی بتا کر (توحید حاکمیت) کی وضاحت کی گئی ہے۔

## ❖ آیات 23 تا 43: چوتھے پیرا گراف میں، اہل ایمان اور اہل استقامت کی صفات بیان کی گئیں۔

□ اہل ایمان کا اجر و ثواب بتایا گیا ہے اور دلائل توحید و آخرت لوگوں کے سامنے رکھے گئے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں کو خوشخبری دے رہا ہے۔ اللہ غفور اور قادر دان ہے۔ وہ بندوں کی توبہ بھی قبول کرتا اور گناہوں کو معاف بھی کرتا ہے۔ دعوت قبول کرنے کے نیک اعمال کرنے والوں کے فضل میں اضافہ فرماتا ہے۔ انکار کرنے والوں کو سزا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خزانے بہت وسیع ہیں لیکن وہ نپا تار زرق دیتا ہے، ورنہ انسان زمین پر بغاوت کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔ وہی انسانوں کا سرپرست اور (ولی) ہے خالق ہے اسے عاجز نہیں کیا جاسکتا۔ آسمان، زمین، سمندر اور ہوائیں اس کی نشانیاں ہیں، جن میں ہر صابر و شاکر انسان کے لئے دلیلیں موجود ہیں۔ اس کے باوجود جو اس کی نشانیوں میں بحث مباحثہ کرتے ہیں، ان کے لئے بچنے کی گنجائش نہیں۔

## ❖ اقامتِ دین اور اقامتِ شریعت کرنے والوں کے 12 اوصاف بیان کئے گئے۔

اپنے رب کا حکم مانتے  
ہیں

اگر غصہ آجائے تو  
درگزر کرتے ہیں

بے حیائی کے کاموں  
سے پرہیز کرتے ہیں

گناہوں سے پرہیز  
کرتے ہیں

اپنے رب پر بھروسہ  
کرتے ہیں

جو ایمان لائے

اور پھر جو کوئی معاف کر دے  
اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ  
کے ذمہ ہے۔

برائی کا بدلہ ویسے ہی برائی ہے

جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو  
اس کا مقابلہ کرتے ہیں

جو رزق ان کو دیا گیا ان  
میں سے خرچ کرتے ہیں

اپنے معاملات آپس کے  
مشورے سے چلاتے ہیں

نماز قائم کرتے ہیں

## ❖ مرکزی مضمون

□ محمد ﷺ پر کی گئی (وحی) کی تعلیمات کی روشنی میں خالص توحید ذات، توحید صفات، توحید ولایت اور توحید تشریح اختیار کرنا چاہیے شرک ولایت اور خود ساختہ انسانی شریعت ترک کر کے توحید پر ایمان لانا چاہیے، اقامت دین کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے، شورائیت پر مبنی اجتماعی نظم ریاست (state) قائم کرنا چاہیے، تاکہ اللہ کی شریعت کے ذریعے عدل و انصاف کے قیام کو یقینی بنایا جاسکے۔

□ اس چیز کو یہاں اہل ایمان کی بہترین صفات میں شمار کیا گیا ہے اور  
(سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹) میں اس کا حکم دیا گیا ہے اس بنا پر مشاورت اسلامی  
طرز زندگی کا ایک اہم ستون ہے اور مشورے کے بغیر اجتماعی کام چلانا نہ صرف جاہلیت  
کا طریقہ ہے بلکہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے ضابطے کی صریح خلاف ورزی ہے۔  
مشاورت کو اسلام میں یہ اہمیت کیوں دی گئی ہے؟ اس کے وجود پر اگر غور کیا جائے  
تو تین باتیں واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں۔

## ❖ ایک یہ کہ

□ جس معاملے کا تعلق دو یا زائد آدمیوں کے مفاد سے ہو۔ اس میں کسی شخص کا اپنی رائے سے فیصلہ کر ڈالنا اور دوسرے متعلق اشخاص کو نظر انداز کر دینا زیادتی ہے۔ مشترک معاملات میں کسی کو اپنی من مانی چلانے کا حق نہیں ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایک معاملہ جتنے لوگوں کے مفاد سے تعلق رکھتا ہو اس میں ان سب کی رائے لی جائے اور اگر وہ کسی بہت بڑی تعداد سے متعلق ہو تو ان کے معتمد علیہ نمائندوں کو شریک مشورہ کیا جائے۔

## ❖ دوسرے یہ کہ

□ انسان مشترک معاملات میں اپنی من مانی چلانے کی کوشش یا تو اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی غرض کے لیے دوسروں کا حق مارنا چاہتا ہے، یا پھر اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑی چیز اور دوسروں کو احقر سمجھتا ہے۔ اخلاقی حیثیت سے یہ دونوں صفات یکساں نتیجے ہیں، اور مومن کے اندر ان میں کسی صفت کا شائبہ بھی نہیں پایا جاسکتا، مومن نہ خود غرض ہوتا ہے کہ دوسروں کو حقوق پر دست درازی کر کے خود ناجائز فائدہ اٹھانا چاہے اور نہ وہ متکبر اور خود پسند ہوتا ہے کہ اپنے آپ ہی کو عقل کل اور علیم وخبیر سمجھے۔

## تیسرے یہ کہ

جن معاملات کا تعلق دوسروں کے حقوق اور مفاد سے ہو ان میں فیصلہ کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کوئی شخص جو خدا سے ڈرتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس کی کتنی سخت جواب دہی اسے اپنے رب کے سامنے کرنی پڑے گی، کبھی اس بھاری بوجھ کو اپنے سر لینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس طرح کی جرأتیں صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو خدا سے بے خوف اور آخرت سے بے فکر ہوتے ہیں۔ خدا ترس و آخرت کی باز پرس کا احساس رکھنے والا آدمی تو لازماً یہ کوشش کرے گا کہ ایک مشترک معاملہ جن جن سے بھی متعلق ہو ان سب کو یا ان کے بھروسے کی نمائندوں کو اس کا فیصلہ کرنے میں شریک مشورہ کرے تاکہ زیادہ سے زیادہ صحیح اور بے لاگ اور مبنی بھر انصاف فیصلہ کیا جاسکے اور اگر نادانستہ کوئی غلطی ہو بھی جائے تو تنہا کسی ایک شخص پر اس کی ذمہ داری نہ آ پڑے۔

یہ تین وجوہ ایسی ہیں جن پر اگر آدمی غور کرے تو اس کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آسکتی ہے کہ اسلام جس اخلاق کی انسان کو تعلیم دیتا ہے، مشورہ اس کا لازمی تقاضا ہے اور اس سے انحراف ایک بہت بڑی بد اخلاقی ہے جس کی اسلام کبھی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسلامی طرز زندگی یہ چاہتا ہے کہ مشاورت کا اصول ہر چھوٹے بڑے اجتماعی معاملے میں برتنا جائے۔ گھر کے معاملات ہوں تو ان میں میاں اور بیوی باہم مشورے سے کام کریں اور بچے جب جوان ہو جائیں تو انہیں بھی شریک مشورہ کیا جائے۔ خاندان کے معاملات ہوں تو ان میں کنبے کے سب عاقل و بالغ افراد کی رائے لی جائے۔ ایک قبیلے یا برادری یا بستی کے معاملات ہوں اور سب لوگوں کا شریک مشورہ ہونا ممکن نہ ہو تو ان کا فیصلہ کوئی ایسی پنچائت یا مجلس کرے جس میں کسی متفق علیہ طریقے کے مطابق تمام متعلق لوگوں کے معتمد علیہ نمائندے شریک ہوں۔ ایک پوری قوم کے معاملات ہوں تو ان کے چلانے کے لئے قوم کا سربراہ سب کی مرضی سے مقرر کیا جائے اور وہ قومی معاملات کو ایسے صائب رائے لوگوں کے مشورے سے چلائے جن کو قوم قابل اعتماد سمجھتی ہو، اور وہ اسی وقت تک سربراہ رہے جب تک قوم خود اسے اپنا سربراہ بنائے رکھنا چاہے۔

کوئی ایمان دار آدمی زبردستی قوم کا سربراہ بننے اور بنے رہنے کی خواہش یا کوشش نہیں کر سکتا، نہ یہ فریب کاری کر سکتا ہے کہ پہلے بزور قوم کے سر پر مسلط ہو جائے اور پھر جبر کے تحت لوگوں کی رضامندی طلب کرے، اور اس طرح کی چالیں چل سکتا ہے کہ اس کو مشورہ دینے کے لئے لوگ اپنی آزاد مرضی سے اپنی پسند کے نمائندے نہیں بلکہ وہ نمائندے منتخب کرے جو اس کی مرضی کے مطابق رائے دینے والے ہوں۔ ایسی ہر خواہش صرف اس نفس میں پیدا ہوتی ہے جو نیت کی خرابی سے ملوث ہو اور اس کی خواہش کے ساتھ امر ہم نشوری بینہم کی ظاہری شکل بنانے اور اس کی حقیقت غائب کر دینے کی کوششیں صرف وہی شخص کر سکتا ہے جسے خدا اور خلق دونوں کو دھوکا دینے میں کوئی باک نہ ہو، حالانکہ نہ خدا دھوکا کھا سکتا ہے اور نہ ہی خلق اتنی اندھی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص دن کی روشنی میں علانیہ ڈاکہ مار رہا ہو اور وہ سچے دل سے یہ سمجھتی رہے کہ وہ ڈاکہ نہیں مار رہا ہے بلکہ لوگوں کی خدمت کر رہا ہے۔

امرہم شوریٰ بینہم کا قائدہ خود اپنی نوعیت اور فطرت کے لحاظ سے پانچ باتوں کا تقاضا کرتا ہے:

## ❖ اول یہ کہ:

اجتماعی معاملات میں جن لوگوں کے حقوق اور مفاد سے تعلق رکھتے ہیں انہیں اظہار رائے کی پوری آزادی حاصل ہو اور وہ اس بات سے پوری طرح باخبر رکھے جائیں کہ ان کے معاملات فی الواقع کس طرح چلائے جا رہے ہیں اور انہیں اس امر کا بھی پورا حق حاصل ہو کہ اگر وہ اپنے معاملات کی سربراہی میں کوئی غلطی یا خامی یا کوتاہی دیکھے تو اس پر ٹوک سکیں، احتجاج کر سکیں اور اصلاح ہوتی نہ دیکھے تو سربراہ کاروں کو بدل سکیں۔ لوگوں کا منہ بند کر کے اور ان کے ہاتھ پاؤں کس کر اور ان کو بے خبر رکھ کر ان کے اجتماعی معاملات چلانا صریح بددیانتی ہے جسے کوئی بھی شخص امرہم شوریٰ بینہم کے اصول کی پیروی نہیں مان سکتا۔

## ❖ دوم یہ کہ:

اجتماعی معاملات کو چلانے کی ذمہ داری جس شخص پر بھی ڈالنی ہو اسے لوگوں کی رضامندی سے مقرر کیا جائے اور یہ رضامندی ان کی آزادانہ رضامندی ہو۔ جبر اور تخویف سے حاصل کی ہوئی یا تحریص و اطماع سے خریدی ہوئی یا دھوکے اور فریب اور مکاریوں سے کھسوٹی ہوئی رضامندی درحقیقت رضامندی نہیں ہے۔ ایک قوم کا صحیح سربراہ ہو نہیں ہوتا جو ہر ممکن طریقے سے کوشش کر کے اس کا سربراہ بنے بلکہ وہ ہوتا ہے جس کو لوگ اپنی خوشی اور پسند سے اپنا سربراہ بنائیں

## ❖ سوم یہ کہ:

سربراہ کار کو مشورہ دینے کے لئے بھی وہ لوگ مقرر کئے جائے  
جن کو قوم کا اعتماد حاصل ہو اور ظاہر بات ہے کہ ایسے لوگ کبھی صحیح  
معنوں میں حقیقی اعتماد کا حامل قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ جو دباؤ ڈال کر یا مال  
سے خرید کر یا جھوٹ اور مکر سے کام لے کر یا لوگوں کو گمراہ کر کے نمائندہ  
کا مقام حاصل کرے۔

## ❖ چہارم یہ کہ:

مشورہ دینے والے اپنے علم اور ایمان و ضمیر کے مطابق رائے  
دیں اور اس طرح کے اظہارِ رائے کی انہیں پوری آزادی حاصل ہو یہ  
بات جہاں نہ ہو، جہاں مشورہ دینے والے کسی لالچ یا خوف کی بنا پر یا کسی  
جھٹھ بندی میں کسے ہوئے ہونے کی وجہ سے خود اپنے علم اور ضمیر کے  
خلاف رائے دیں، وہاں درحقیقت خیانت اور غداری ہوگی نہ کہ  
امرہم شوریٰ بینہم کی پیروی۔

## ❖ پنجم یہ کہ:

جو مشورہ اہم شوریٰ کے اجماع (اتفاق رائے) سے دیا جائے یا جسے ان کے جمہور (اکثریت) کی تائید حاصل ہو اسے تسلیم کیا جائے کیونکہ اگر ایک شخص یا ایک ٹولہ سب کی سننے کے بعد اپنے من مانی کرنے کا مختار ہو تو مشاورت بالکل بے معنی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرما رہا ہے کہ

”ان کے معاملات میں ان سے مشورہ لیا جاتا ہے“ بلکہ یہ فرما رہا ہے کہ  
”ان کے معاملات آپس کے مشورے سے چلتے ہیں“

اس ارشاد کی تعمیل محض مشورہ لے لینے سے نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ مشاورت میں اجماع یا اکثریت کے ساتھ جو بات طے ہو اسی کے مطابق معاملات چلیں۔

اسلام کے اصولِ شوریٰ کی اس توضیح کے ساتھ یہ بنیادی بات بھی نگاہ میں رہنی چاہیے کہ شوریٰ مسلمانوں کے معاملات کو چلانے میں مطلق العنان اور مختار کل نہیں ہے بلکہ لازماً اس دین کے حدود سے محدود ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تشریح سے مقرر فرمایا ہے اور اس اصل الاصول کی پابند ہے کہ

”تمہارے درمیان جس معاملے میں بھی اختلاف ہو اس کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے“

اور

”تمہارے درمیان جو نزاع بھی ہو اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو“

اس قاعدہ کلیہ کے لحاظ سے مسلمان شرعی معاملات میں اس امر پر تو مشورہ کر سکتے ہیں کہ کسی نص کا صحیح مفہوم کیا ہے اور اس پر عمل درآمد کس طریقے سے کیا جائے تاکہ اس کا منشا ٹھیک طور سے پورا ہو لیکن اس غرض سے کوئی مشورہ نہیں کر سکتے کہ جس معاملے کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کر دیا ہو اس میں وہ خود کوئی آزادانہ فیصلہ کرے۔